رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ۔ے
ششماہی .... ہے

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ۔ے
ششماہی .... ہے

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد (۹) | ۵ اردی بہشت ۱۳۵۹ف | ۱۵ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۵ مارچ ۱۹۵۰ء | نمبر (۴۷)

روس میں اسلامی جمہوریتیں

"الہلال" قاہرہ کا تبصرہ

آج کل روس کے مسلمانوں سے متعلق دنیائے اسلام میں عجیب و غریب افسانے پھیلے ہوئے ہیں۔ "الہلال" مصر نے اپنی حالیہ اشاعت میں اس سلسلے میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ روس میں جب اسلام کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں تو اس کے اثرات روس میں کس طرح پھیلے اور یہاں کے لوگ اسلام قبول کر لینے کے بعد کس استقلال، بہادری اور جوانمردی کے ساتھ اپنی زندگی گزاری اور حکومت کا مقابلہ کیا۔

قفقاز میں جب مسلمانوں پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں تو یہاں کے مسلمان روسی ترکستان کو ہجرت کر گئے پرجوش ... دور ترکستان میں اپنا نمایاں مقام حاصل کیا یہاں کے قاتین کو ... سے متاثر کیا ترکستان کے مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے حالات ان کی مذہبی بیداری، شجاعت اور بہادری کے کارنامے اختصار کے ساتھ اس مضمون میں درج کئے جاتے ہیں۔

مسلمان قومیں جو روسی حکومت کے زیر نگین ہیں نسلی اعتبار سے دو قسموں پر منقسم ہیں ایک قفقازی اور دوسری ترکستانی۔

قفقازی مسلمان قفقازی سفید فام جنس سے متعلق سمجھے جاتے ہیں کیونکہ ان کی نسبت حکومت قفقاز کا وہ علاقہ ہے جو بحر اسود اور ... کے درمیان روس کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ لوگ تعداد میں کم ہیں۔ سب ملا کر چند لاکھ ہوں گے لیکن نہایت بلند شخصیت رکھنے والے ہیں۔ یہی لوگ تھے جو کامل ایک سو برس تک روس کے خلاف اس کی مسلح طاقت و قوت کے باوجود بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کرتے رہے ان میں ہر شخص پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والا ہو یا وادی کا ساکن ہوشیاری میں کمال رکھتا ہے۔ بہادری اور جوانمردی اس کا خاص جوہر ہے قفقاز میں جو اسلامی جماعتیں قائم ہیں وہ باشندگان قفقاز کی ایک تہائی صرف ایک .... ایک کروڑ بیس لاکھ ہیں۔ قفقاز کے باشندوں میں بعض ترکی ہیں اور ان کے مختلف قبیلے ہیں۔ مثلاً قرہ وائی تبالیغ، براخ، باظہ، ابج اور عاد آباتی وغیرہ بعض شتشن اور داغستانی کہلاتے ہیں ان میں سے دو لاکھ اہل قبائل ہیں۔ جو اتین کے نام سے پکارے جاتے ہیں ان میں سے ایک کروڑ انسان تقریباً ایک ... کے برابر مسلمان ہیں۔ روس کا موجودہ ڈکٹیٹر اسٹالن انہیں قبائل سے تعلق رکھتا ہے۔

قفقاز میں اسلام کی ابتداء

جنوب کی طرف سے جب اسلام کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں تو اس کے آغاز ہی میں اسلام کا غلغلہ ان شہروں میں پہونچ رہا تھا لیکن یہاں کی اکثر قوموں نے اٹھارویں صدی عیسوی کے اوائل میں اسلام قبول کیا اور اس کا سہرا ان مبلغین اسلام کے سر ہے جو شمال سے بہار تبلیغ کے کام کے لئے آئے تھے۔ اسلام کے حلقہ بگوش ہو جانے کے بعد ان لوگوں نے دینی مدارس قائم کئے جہاں سے بڑے بڑے مجتہدین پیدا ہوئے۔ تلاذہ کی رہبری کے باوجود انہوں نے عربی بھی سیکھی ان میں نقلی اور شافعی دونوں طرح کے اہل سنت والجماعت تھے۔ پھر یہ لوگ ارباب قلم میں کتابیں ہوتے تھے۔ مگر ارباب جہاد و حکومت بھی ہوتے تھے اور شیخ طریقت و تصوف بھی۔ ان اسلامی قبائل کا جو دینی پیشوا ہوتا ہے وہ دنیوی زندگی میں اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اور اس بناء پر اس کو امام کہہ کر پکارتے تھے جس سے مراد ایک ایسی جامع شخصیت ہوتی تھی جس میں دینی پیشوا کے ساتھ ساتھ سیاست و ریاست اور جنگی قیادت کی خصوصیات بھی ایک وقت جمع ہوتی تھیں۔ اس قسم کے حضرات میں زیادہ تر نمایاں شخصیتیں حاجی غازی محمود، حاجی مراد سلیمان، محمد امین شامل اور منصور وغیرہ حضرات کی ہیں۔ ان ائمہ کرام نے اپنی دینی طریقہ سے جس قدر روحانی کمالات حاصل کر لئے تھے ... اور سیاست دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا اور اس بناء پر روس کے لئے سب سے بڑا خطرہ قفقازی قبائل تھے طویل مقاومت کے بعد روسی ان قبائل کے شہروں میں داخل ہوئے تو انہوں نے بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ ان کی بہادری کے افسانے ضرب المثل کی طرح یورپ جیسے متمدن ملک میں مشہور رہے۔

مسلمان قبائل اپنے عقائد اور اپنی روایات کی پابندی میں اس قدر سخت ہیں کہ روس کا بالشویکی ... آفاق ہاتھوں اور بربادیوں کے باوجود ان حضرات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کر سکا اور چند در چند جنگوں مقاومت کے بعد بالشویزم کے علمبرداروں کو ان مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دینے پڑے اور انہیں تسلیم کرنا پڑا (اب آئندہ وہ اس

(باقی ...)

مملکت

۵ ر اردی بہشت ۱۳۵۹ف

شذرات

انجمن ترقی اُردو

تقسیم ہند کے بعد سے اُردو کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور مستقبل میں اس پر کیا کچھ گزرنے والی ہے ان تفصیلات پر ہم یہاں بحث کرنا نہیں چاہتے۔ مایوسی کی اس فضا میں اس خبر سے اُردو کے حامیوں کی ڈھارس بندھ گئی کہ انجمن ترقی اُردو ہند کی تنظیم جدید عمل میں لائی گئی ہے۔ اس انجمن کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر ذاکر حسین جیسے مخلص کارکن انجام دیں گے جنہوں نے اُردو زبان و ادب کی جو خدمت کی ہے اس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حیدرآباد میں بھی انجمن ترقی اُردو کی ایک شاخ قائم تھی جس کی اب تجدید کی گئی ہے۔ اس شاخ کی جانب سے چند روز قبل ایک اپیل شائع کی گئی تھی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ "اُردو زبان کے مستقبل سے مایوس ہونے کی ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ سر تیج بہادر سپرو نے فرمایا تھا کہ "اُردو زبان ہندو مسلمان دونوں کو اپنے آبا و اجداد سے ایک مشترکہ مقدس ترکہ کی حیثیت سے ملی ہے"۔ ظاہر ہے کہ ایسے قابل قدر ترکہ کو مٹنے نہیں دیا جا سکتا...... جس ڈھنگ پر اُردو کی اشاعت ہونی چاہیئے اس کا خاکہ مرکزی انجمن کے مشورہ سے اور مقامی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بنایا جا رہا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ارادے کا جوش عمل کی"۔ یہ امر موجب مسرت ہے کہ انجمن ترقی اُردو حیدرآباد نے عملی طور پر کام شروع کر دیا ہے چنانچہ گزشتہ ہفتہ اس کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس میں بعض اہم فیصلے کئے اور بعض امور کی تکمیل کے لئے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی۔ ان میں قابل ذکر امور یہ ہیں۔ اُردو رسم خط کی اصلاح و یکسانیت۔ اُردو اخبارات میں قومی، سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل سے متعلق جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں ان کے ترجموں میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش۔ تصانیف و تراجم کی اشاعت۔ اس ضمن میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ تصانیف اور تراجم کے ساتھ ساتھ دارالمطالعے بھی اُردو کی اشاعت میں بہت مفید ثابت ہوں گے۔ ایک اور چیز جس کی جانب ہم انجمن کے کارکنوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ علم و فنون کی موٹی موٹی کتابوں کی اشاعت سے پڑھے لکھے لوگ استفادہ کر سکیں گے لیکن ان پڑھ لوگوں کو اُردو لکھنا پڑھنا سکھانا اُردو کی بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے اس کے لئے انجمن کو ایک علیحدہ لائحہ عمل مرتب کرنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے اور ناموافق حالات میں اس کام کو جاری رکھنا بہت صبر آزما ہے تاہم اگر اُردو کے حامی اس کا پکا ارادہ کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس مقصد میں کامیابی نہ ہو۔ ہمیں یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ انجمن ترقی اُردو حیدرآباد میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس مشترکہ ترکہ کو مشترکہ کوششوں سے برقرار رکھا جائے گا۔

مزدوروں اور آجروں میں مفاہمت کی ضرورت

کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی فلاح و بہبود سے متعلق حکومت حیدرآباد نے ریگی کمیٹی کی جن سفارشات کو منظور کیا ہے وہ یقیناً ایسی ہیں جو سرمایہ داروں اور مزدوروں کے تعلقات کو بہتر بنانے اور [illegible] پیداوار میں اضافہ کا باعث ہوں گی۔ حکومت حیدرآباد نے [illegible] کے بعد سے جو کام انجام دیئے ہیں ان میں مزدوروں کے مسائل سے متعلق یہ فیصلہ اور [illegible] اصلاحات سے متعلق سرکاری فیصلہ نہایت اہم اور دور رس نتائج کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ [illegible] اور ان کے رفقائے کار حکومت کے سامنے اصول کے پیش نظر اپنے نقطۂ نظر پر [illegible] سے باز رہتے ہوئے اب اس کی کوشش کریں گے کہ حکومت کے فیصلوں کو بلا تاخیر جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔ حیدرآباد صنعتی نقطۂ نظر سے اس درجہ ترقی یافتہ ملک نہیں ہے جیسا کہ بمبئی، بنگال اور مدراس وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی صحیح ہے کہ یہاں دیگر ہند کے مقابلہ میں مصارف زندگی کم ہیں۔ اگر مزدوروں کی انجمنیں حکومت اور کارخانہ داروں کو ہڑتال کی دھمکیوں سے پریشان نہ کرتی رہیں تو توقع ہو سکتی ہے کہ یہاں کی صنعتی ترقی کی سطح بلند ہو جائے۔ اگر صنعتی زندگی میں ترقی ہو تو مزدوروں کے لئے روزگار اور ملک کے لئے پیداوار میں اضافہ کے امکانات بہت قوی ہو جائیں گے۔ اگرچہ بعض اصحاب نے ریگی کمیٹی سے متعلق حکومت کے فیصلہ کو غیر تشفی بخش قرار دیا ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا کہ اس فیصلہ کی بنیاد پر مزدوروں اور آجروں میں کم از کم [illegible] مفاہمت ہو جائے۔ ریگی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ صنعتی امن و کارکردگی نہ تو قانون سازی کے ذریعہ بڑھ سکتی ہے اور نہ اجرتوں اور گرانی الاؤنس میں اضافہ کے مطالبات کو قبول کر لینے سے۔ مزدوروں سے متعلق قانون سازی سے استحصال کے امکانات گھٹ جاتے ہیں لیکن صنعتی امن قائم رکھنا مزدوروں اور آجروں کے ہاتھ میں ہے۔ آجروں کو مزدوروں اور ان کی یونینوں سے متعلق اپنے نقطۂ نظر کو بدلنا پڑے گا اور انہیں یہ محسوس کرنا پڑے گا کہ مزدوروں کے مسائل سے ہمدردی کے ساتھ نپٹنا ان کا فرض ہے اگر کوئی آجر مزدوروں کے ہنگاموں سے بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ مزدوروں کو اپنے اعتماد میں لے۔ اور ان پر یہ ثابت کرے کہ وہ اس دولت میں مناسب حصہ پا رہا ہے جس کی پیدائش میں وہ ہاتھ بٹا رہا ہے۔ باہمی اعتماد اور اشتراک عمل صنعتی ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ ایسی مفاہمت دیرپا ہو سکتی ہے جبکہ خود مزدوروں کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ اس وقت ملک میں ایک سے زیادہ مزدوروں کی انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ سب انجمنیں خالص ٹریڈ یونین کی طرح سیاسیات سے ہٹ کر متحد ہو جائیں۔ برطانیہ کا جو حالیہ وفد حیدرآباد آیا تھا اس نے اپنی رپورٹ اور بیانات میں اسی پہلو کو زیادہ نمایاں کرنے کی ضرورت سمجھی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ یہاں ہر طبقہ خواہ وہ مزدوروں کا ہو یا طلبہ کا سیاسی قائدین کے ہاتھ میں کھلونا بنا رہتا ہے۔ برطانوی دور میں یہ بات سمجھ میں آ سکتی تھی کہ ہر طبقہ پہلے سیاسی آزادی کے لئے کوشش کرے لیکن اب یہ چیز جائز نہیں سمجھی جا سکتی۔

روس سمجھوتہ کے لئے تیار ہے

نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار کا بیان

نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار ماسکو نے مضامین کا ایک سلسلہ [illegible] کیا ہے جس میں بین الاقوامی سیاسیات سے متعلق سوویٹ روس کے طرز عمل کی وضاحت کی گئی ہے۔ ان مضامین میں پانچ اہم نکات بتائے گئے ہیں جو زیادہ تر جوہری توانائی پر بین الاقوامی نگرانی اور سوویٹ امریکی تعلقات کے بارے میں ہیں۔

پہلے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ امریکہ کی موجودہ پالیسی کا لحاظ کرتے ہوئے سوویٹ سرکار پوری طرح یہ بات باور کرتی ہے کہ یہ ساری کارروائیاں محض سوویٹ روس کے خلاف منظم کی جا رہی ہیں اور ان کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امریکہ آخر کار سوویٹ روس سے جنگ کرے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جوہری توانائی پر بین الاقوامی نگرانی اور معائنہ کے بارے میں [illegible]

وضاحت نہیں کی ہے بلکہ سوویٹ وزیر خارجہ مسٹر ویشنسکی کی اس وضاحت کو قطعی نہیں سمجھا جانا چاہئے جو انہوں نے کچھ ہی عرصہ قبل اقوام متحدہ میں کی تھی ۔ تیسرے یہ کہ جوہری توانائی پر بین الاقوامی نگرانی قائم کرنے سے متعلق یا ایٹم کی اور اہم مسئلہ کے بارے میں سوویٹ روس اور امریکہ کے درمیان کسی قسم کی کوئی خانگی مراسلت نہیں ہوئی ہے اور کسی جانب سے بھی اس بات چیت کو دوبارہ چھیڑنے کی کوئی آمادگی ظاہر نہیں کی گئی ——— چوتھے یہ کہ سوویٹ روس اپنے فوجی اور سیاسی موقف کو اس قدر مضبوط اور مستحکم تصور کرتا ہے کہ بالشویک انقلاب کے بعد سے اب تک کبھی اتنا اچھا موقف نہیں تھا اور اس بات پر پورا یقین ہے کہ یہ مضبوطی اور یہ طاقت ایک حقیقی بہتر ترقی کے پہلے زینہ پر ہے اور روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے ——— پانچویں بات یہ ہے کہ اپنی مضبوطی اور طاقت کے اتنے واضح احساس کے باوجود سوویٹ روس دو عالمگیر مسائل پر پیچیدگی سے غور کرنے کے لئے سوویٹ سرکار ہر وقت آمادہ ہے ——— ماسکو میں اس خبر کی تردید یا خوف کے کوئی آثار نہیں ہیں کہ امریکی نمائندوں سے بات چیت کرنے کے سلسلے میں کسی قسم کے ناخوشگوار واقعات رکاوٹ ڈالیں گے یا کسی پیچیدگی کا باعث بنیں گے ۔

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ سوویٹ چینی معاہدہ چونکہ اب تکمیل پا چکا ہے ۔ اور سوویٹ سرکار کو اس طرف سے اطمینان ہو چکا ہے اس لئے اب وہ عالمی مسائل پر امریکہ سے بات چیت کرنے اور جنگ وغیرہ جیسی ہولناکیوں کو روکنے کی خاطر کوئی ایسا راستہ معلوم کرنے کی طرف توجہ دے سکتی ہے

۱۲ فروری کو سوویٹ اخباروں نے بھی اس سوال پر بحث کرتے ہوئے بتلایا کہ امریکہ اور سوویٹ روس کے مابین خوشگوار تعلقات قائم کرتے ہوئے فوراً ہی کوئی ایسے معاہدے کئے جائیں جس کی رو سے جوہری ہتھیاروں کو ناجائز قرار دینے کے ساتھ ساتھ جوہری توانائی پر بین الاقوامی نگرانی قائم کرنے کا مسئلہ طے پا سکے ——— سوویٹ اکاڈمی آف سائنس کے ایک رسالہ "سوویٹ اسٹیٹ ہینڈا" میں ایک مضمون چھپا ہے ۔ اس مضمون میں اسٹالن کے اس بیان کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو انہوں نے مسٹر ہنری والیس کے مئی ۱۹۴۸ء کے کھلے مکتوب کا جواب دیتے ہوئے دیا تھا اور کہا گیا ہے کہ اب تک بھی سوویٹ روس کی خارجہ پالیسی یہی ہے ۔ اسٹالن نے اس بیان میں بتایا تھا کہ "امریکہ اور سوویٹ روس کے نزاعی امور کا پرامن سمجھوتہ نہ صرف ممکن ہے بلکہ عمومی امن کے لئے انتہائی ضروری بھی ہے" اسٹالن کو اس بات کا بھی یقین ہے کہ سماجی اصولوں کے شدید اختلافات کے باوجود کمیونزم اور سرمایہ داری پرامن طریقہ پر دنیا میں ساتھ ساتھ رہ سکتے ہیں"

صیانتی مجلس اور تنازعۂ کشمیر

لیک سکسس ۲۴ فروری صیانتی مجلس کے آج کے اجلاس میں متحدہ اقوام کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کو تحلیل کرنے اور کشمیر میں اقتدار حاصل کرنے اور ذمہ داریاں قبول کرنے کے لئے متحدہ اقوام کے ایک نمائندے کے تقرر سے متعلق ایک مشترکہ قرارداد پیش کی گئی جس کے محرکین برطانیہ، ممالک متحدہ امریکہ، ناروے و کیوبا ہیں۔

قرارداد صدر صیانتی مجلس ڈاکٹر کالس بلانکو (کیوبا) نے پیش کیا۔

قرارداد مذکور میں جنگ کی موقوفی، خط التوائے جنگ کے تعین و حیثیت ناظم استصواب عامہ امیرالبحر نمٹز کو تسلیم کرنے سے متعلق باہمی سمجھوتے کے بارے میں ہند و پاکستان کے اقدام کی ستائش کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ متحدہ اقوام کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کے ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء اور ۲۱ اپریل کی قراردادوں" اور صیانتی مجلس کے ۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء کے فیصلہ کے بموجب جنرل میکناٹن نے ہند و پاکستان کے ساتھ گفت و شنید کے نتائج اور ان کی پیش کردہ تجاویز پر غور و خوض کے بعد یہ تصور کرتے ہوئے کہ بنیادی دشواریوں کے بارے میں قراردادوں کی اساس وہ سمجھوتے ہونے چاہئیں کہ جو اصولی امور میں ہو چکے ہیں اور یہ کہ ریاست کو غیر مسلح کرنے کے لئے فوری کارروائی کی جانی چاہئے۔

۱۔ صیانتی مجلس ہندوستان و پاکستان کی حکومتوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے حقوق اور دعووں کو متاثر کئے بغیر تاریخ منظوری قرارداد کے بعد اندرون پانچ ماہ جنرل میکناٹن کی پیش کردہ تجاویز کی اساس پر یا باہمی طور پر ان میں کی جانے والی ترمیمات کی روشنی میں ریاست کو غیر مسلح کرنے کا ایک لائحہ عمل تیار کریں۔

۲۔ صیانتی مجلس حسب ذیل مقاصد کے لئے متحدہ اقوام کے ایک نمائندہ کا تقرر کرتی ہے جسے اپنے فرائض کی ادائی کا اختیار ہوگا۔

(الف) اوپر غیر مسلح کرنے کے جس لائحہ عمل کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تیاری اور نفاذ میں مدد دینا اور غیر مسلح کرنے سے متعلق فریقین میں طے پائے ہوئے راضی ناموں کی تاویل کرنا۔

(ب) حکومت ہند اور حکومت پاکستان کی خدمت میں اپنی خدمات پیش کرنا یا ان حکومتوں یا صیانتی مجلس کے آگے ایسی تجاویز پیش کرنا کہ جو اس کے خیال میں تنازعہ کشمیر کے حل میں مدد دے سکتی ہیں۔

(ج) صیانتی مجلس کے موجودہ قراردادوں کے بموجب متحدہ اقوام کے کمیشن کے تفویض جو اختیارات کئے گئے ہیں اور جو فریقین کے مابین طے پائے ہوئے راضی ناموں کے بموجب اسے جو اختیارات حاصل ہیں ان کا استعمال عمل میں لانا۔

(د) غیر مسلح کرنے کی کارروائی کے مناسب مرحلہ پر پہنچ جانے کے بعد استصواب عامہ کے انعقاد کے لئے انتظام کرنا۔

(ھ) صیانتی مجلس کے آگے جب ضرورت محسوس ہو، اپنے اخذ کردہ نتائج اور اپنی سفارشات کے بارے میں رپورٹ پیش کرنا۔

(و) دونوں حکومتوں سے یہ درخواست کرنا کہ وہ اس بات کے تیقن کے حاصل کرنے کے لئے ضروری تدابیر اختیار کریں کہ التوائے جنگ سے متعلق طے پائے ہوئے راضی ناموں کی پوری ایمان داری سے پابندی کی جاتی رہے گی اور یہ کہ وہ مزید گفت و شنید کے لئے سازگار فضا کے پیدا کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لئے ضروری تدابیر اختیار کریں گے۔

ہڑتالیوں کے لئے مراعات

۳۱ جنوری سنہ ۵۰ء کو جاری کئے ہوئے صحافتی بیان میں یہ یقین دلایا گیا تھا کہ ان مزدوروں کو جو ہڑتال میں شریک ہوئے تھے ستایا نہیں جائے گا۔ چنانچہ متعلقہ اداروں کے منتظمین کے نام ہدایات جاری کردی گئی ہیں کہ ہڑتالیوں کو کام پر واپس لینے کا انتظام کچھ اس طرح سے کیا جائے کہ منتظمین اور مزدوروں میں کسی قسم کی تلخی پیدا نہ ہو۔ مزدور تقریباً تمام فیکٹریوں میں اپنے کام پر رجوع ہو چکے ہیں۔

اس بات کے پیش نظر کہ ہڑتال میں شرکت کرنے والے مزدوروں کو مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا حکومت نے فیصلہ کیا کہ جو مزدور خواہش مند ہوں ان کو فی مزدور (۱۵) روپیہ کے حساب سے پیشگی رقم دی جائے یہ پیشگی رقم تین مساوی ماہانہ اقساط میں واپس لی جائے گی۔ (اطلاعات)

کوہ نور گلاس فیکٹری کا جھگڑا

کوہ نور گلاس فیکٹری کے مزدوروں اور منتظمین کے درمیان جو جھگڑا پیدا ہو گیا ہے اس کے سلسلے میں ایک صنعتی عدالت مقرر کی گئی ہے جو مسٹر جگموہن ریڈی ڈسٹرکٹ جج سکندرآباد پر مشتمل ہے اور جو حسب ذیل امور کا تصفیہ کرے گی۔

الف۔ آیا ۳ جنوری سنہ ۵۰ء کو فیکٹری کی در بندی جس کا اعلان منتظمین نے ۲ جنوری سنہ ۵۰ء کو کیا تھا، اپنے اسباب کی بنا پر تھی جو منتظمین کے قابو سے باہر تھے۔

ب۔ آیا در بندی کی مذکورہ الا نوٹس باضابطہ ہے۔

ج۔ آیا مزدور ۳ جنوری سے بے روزگاری کا معاوضہ پانے کے مستحق ہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:-

پاکستان ایک ایسا ماحول تیار کرنا چاہتا ہے کہ بھارت کے مسلمان پاکستان جانے پر آمادہ ہوں۔ اس ماحول سے بچنے کی ذمہ داری مسلمانانِ ہند پر ہے۔ اس سے ہندوؤں کی ذمہ داری کچھ کم نہیں ہے۔ ہندو اکثریت کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کوئی اقلیت ہو وہ ایک مقدس امانت ہے۔ بھارت کی مسلم اقلیت کے ہندو امین ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی حفاظت ہندوؤں کا عین فرض ہے۔

(ریاست)

معاصر "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:-

راجن بابو نے اخبار نویسوں سے کہا کہ "خبروں کی اشاعت میں صرف سچائی کا خیال رکھا جائے" لیکن روزمرہ سیاسی واقعات کی دنیا میں صداقت کے اس اصول پر مختلف چھاپے پڑتی رہتی ہیں۔

فلسفی اور سیاست داں کے متعلق اقبال نے کہا تھا:-

آں تراشد قول حق را حجت نا استوار
ویں تراشد قول باطل را دلیل محکمے

معاصر "مشیر دکن" نے "مسٹر ایں۔ اے۔ جی۔ ماچ" کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں وہ شکایت کرتے ہیں کہ:-

حیدرآباد کی تاریخ بدل گئی۔ زمین و آسمان بدل گئے لیکن فرقہ پرست مسلم اخباروں کا دل و دماغ نہیں بدلا۔ پالیسی نہیں بدلی۔ انداز فکر نہیں بدلا۔ ان اخباروں کا آج بھی وہی حال ہے جو پہلے تھا

تبدیلی تو صرف "مشیر دکن" میں نظر آرہی ہے۔ رضاکار دور میں جب اسٹیٹ کانگریس نے مجلس مقننہ کا بائیکاٹ کیا تھا "مشیر دکن" کے ایڈیٹر اس مجلس کے نامزد کردہ رکن تھے۔ اب "مشیر دکن" اسٹیٹ کانگریس کا ہم نوا ہے۔ ہر دور میں مرغ رو۔ قوم پرستی کی کتنی درخشاں مثال ہے۔

معاصر "شعیب" کو یہ شکایت ہے کہ:-

جب مولانا حفظ الرحمٰن حیدرآباد آئے تھے تو اس وقت بھی انجمن صحافت نے ان کو مدعو کیا اور نہ سپاس نامہ پیش کیا۔

انجمن صحافت ہے یا انجمن ضیافت؟-

جنتا نیوز سروس کی اطلاع ہے کہ:- اسٹیٹ کانگریس کے لیڈروں سے عمری بنک کا حساب لیا جارہا ہے۔ اب تک پانچ لاکھ روپیہ نقد حکومت ہند کے حوالے کیا جاچکا ہے۔ اس رقم سے جو جائیدادیں خریدی گئی تھیں ان کی جانچ ہو رہی ہے جن میں جئے ہند پبلیکیشن بھی شامل ہے۔

یہ مضطر کس طرح بنی ہے اب زنجیر دیکھ!

پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے نمائندے سے سوامی رامانند تیرتھ نے کہا کہ:-

وہ اپنی صدارت کا جائزہ دینے کے بعد تعمیری کام کریں گے۔

کیا اب تک تخریبی کام کر رہے تھے؟-

ایک اخباری اطلاع ہے کہ:-

کوہ نور گلاس فیکٹری کے تین سو مزدوروں کو علحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مزدوروں کا ایک جلسہ بمقام صنعت نگر ڈاکٹر میلکوٹے کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ڈاکٹر میلکوٹے نے مزدوروں کو صبر کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

مسئلہ حل ہونے تک مزدور اور ان کے مطالبات تحلیل ہو کر رہ جائیں گے۔

برطانیہ کے حالیہ انتخابات میں منتخب شدہ برطانوی خواتین کی تعداد گھٹ گئی گزشتہ انتخابات میں (۲۴) خواتین منتخب ہوئی تھیں اس مرتبہ صرف دس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ (ایک خبر)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترقی پسندی کے شور و پکار کے باوجود برطانوی خواتین ووٹ اپنی صنف کے نمائندوں کے بجائے صنف مخالف کو دیتی ہیں

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں

اسٹوڈنٹس یونین کریم نگر نے ایک قرارداد میں طے کیا ہے کہ:-

ہم طلبائے کریم نگر عہد کرتے ہیں کہ امن و آزادی کے لئے دنیا کے عوام اور نوجوانوں کے دوش بدوش ظلم و استبداد کے خلاف جد و جہد کریں گے اور کسی قسم کی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اب طلبہ کو تحصیل علم کی ضرورت نہیں۔ گویہ ساری جد و جہد والدین کی کمائی پر ہوگی۔

بنگال کے ایک لیڈر نے ضمانت پر رہا ہونے کے بجائے جیل جانا پسند کیا۔ (ایک خبر)

یہ کوئی بیروزگار لیڈر معلوم ہوتے ہیں۔

اگر کانگریس کو ملک اور عوام کی خدمت کا اہل بنانا ہے تو اس کو نیا خون دینے کی سخت ضرورت ہے۔

(سوامی رامانند تیرتھ)

ڈاکٹر میلکوٹے کو چاہیئے کہ ایک خون بنک قائم کریں۔

مسٹر بار قربی مرزا نے ایک بیان میں انکشاف کیا تھا کہ مولوی ابوالحسن سید علی جمعیت العلماء کے جلسہ میں شریک تھے۔ اب مولوی صاحب برہم ہو گئے اور ایک بیان میں تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ دوست نے مجھ سے تذکرہ کئے بغیر کس طرح میرا نام لیا۔ اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی ہو تو اس بیان سے دور ہو جائے گی۔

مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ عوام غلط فہمی میں نہیں بلکہ خوش فہمی میں مبتلا رہیں۔

مشترکہ تہذیب کی ایک جھلک

از

ڈاکٹر سید محمود

آزادی کے بعد ہندوستان میں مشترکہ زبان اور مشترکہ کلچر کا مسئلہ بہت اہم بن گیا ہے لیکن بہت کم لوگ غور کرتے ہیں کہ پچھلے ایک ہزار سال میں ہندو کلچر پر مسلم کلچر کا اثر نے مشترکہ ہندوستانی کلچر کے ارتقا میں کتنا بڑا حصہ لیا ہے۔

برطانوی حکومت کے زمانہ میں علیحدگی پسندی کے رجحانات کی حوصلہ افزائی کی گئی جس کا نتیجہ دو قومی نظریہ کی شکل میں رونما ہوا اور جس کے نتائج انتہائی تباہ کن ثابت ہوئے اس کی وجہ سے ہماری نظروں پر کچھ دنوں سے پردے پڑ گئے ہیں۔ اور ہم بے غیر جانبداری کے ساتھ یہ نہیں دیکھ سکے کہ مسلمانوں نے ہندوستانی کلچر کو کس طرح بتدریج اپنایا اور جذب کیا اور کس طرح اس کا اظہار ان کے لباس، ان کی زبان ان کے فن ان کی موسیقی دستکاری، ان کے رسوم و رواج بلکہ ان کی روزمرہ کی زندگی سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ دیکھ بھال کر ہم سب متوجہ ہو جاتے ہیں کہ آخر کار دونوں میں سمجھوتہ کی بنیاد ہے اور ہندوستانی کلچر کی بنیادی وحدت کے وجود کا احساس رفتہ رفتہ بڑھتا جا رہا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مسلمان غیر ملکی فاتح کی حیثیت سے ہندوستان کے دیسی باشندوں سے بالکل الگ تھلگ رہے بلکہ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ ہندو ہندوؤں سے نسلاً مختلف ہیں اور ہندوستان کے باہر کے مسلمان کے ساتھ ان کی نسلی قرابت مشترک ہیں اس لئے ان سے اس کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہندوستان کی فلاح و بہبودی سے بھی کوئی دلچسپی لے سکیں گے لیکن تاریخ کیا کہتی ہے؟

جہاں تک نسلی تعلق ہے بہت تھوڑے سے مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں تمیز کرنا بہت دشوار ہے۔ اب پٹھان، مغلوں، ترکوں اور ایرانیوں کا نام و نشان بھی قریب قریب مٹ گیا ہے۔ غوریوں، خشریوں، خلجیوں، ترکوں اور افغانوں کے علاوہ کے ساتھ ساتھ ایشیا کے جو قبیلے یہاں آئے اور جن کی اولاد نے یہاں پانچ سو سال تک حکومت کی اور بڑا اقتدار رہا۔ جن کے اب آثار بھی باقی نہیں رہ گئے۔ مسلمانوں کے دوران حکومت کی تاریخ میں سینکڑوں قبیلوں اور گھرانوں کے نام بھی جگہ جگہ ملتے ہیں جن کی یاد اب دلوں میں بھی باقی نہیں رہی ہے۔ تبدیلی مذہب شادی بیاہ اور اپنے اصلی وطن کو واپس جانے یا ان وطنوں سے دوبارہ تعلق قائم کرنے کی کوئی خواہش باقی نہ رہنا یہ سب یکسانیت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا سماجی نظام بھی رفتہ رفتہ ہندو سماجی نظام کی طرح بن گیا۔ دوسرے ملکوں کے برخلاف ہندوستانی مسلمانوں کی سوسائٹی کئی سطحوں سے منقسم ہو گئی

طبقاتی امتیاز کی بنیاد صرف معاشی حالات اور پیشہ پر نہیں بلکہ وراثت پر بھی تھی۔ جیسے قرون وسطیٰ میں ہندو اور مسلمان دونوں بے انتہا اہم سمجھتے تھے۔ اس اثر کو اچھا نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کے وجود سے بھی انکار نا ممکن ہے۔

ہر سماجی نظام میں مشورت کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں عرب اور ترکی نظام ہندو نظام سے بہت مختلف ہے لیکن ہندوستان میں مسلمانوں نے تمام عرب اور ترکستان کی بجائے ہندوستان کی رسوم و رواج کی زیادہ تقلید کی۔ لباس، زیوروں، سماجی رسوم و رواج اور روزمرہ کی زندگی کے مشاغل میں مسلمانوں کی عورتوں نے زیادہ تر ہندوستانی عورتوں کی ہر چیز کو قریب قریب اپنا لیا۔

مسلمانوں کی شادی بیاہ کی رسمیں بھی ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ بسنت، مہندی، تیل، منڈا، برات، جلوہ، سہرا، کنگن وغیرہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں جنہیں مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی شادیوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہندوؤں کی شادی ایک مقدس مذہبی چیز ہے جس سے زن و شوہر میں افتراق مذہباً نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کی شادی ایک معاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں علیحدگی ممکن ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اس نظام شادی میں ہندوستان کے اندر کچھ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور وہ ایک معاہدہ سے زیادہ مذہبی چیز سمجھا جانے لگی۔ صغر سنی میں لڑکیوں کی شادی، عقد بیوگان سے اجتناب، عورتوں کی محکومیت اور زیر دستی اور پردہ کا رواج ہندو و مسلمانوں دونوں میں مشترک ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ہندو مسلمانوں کے مذہبی روزے اور تہوار مختلف ہیں لیکن انہیں جس طریقہ سے منایا جاتا ہے وہ بہت کچھ ایک سا ہی ہے۔ محرم اور دسہرہ میں مماثلت ہے۔ شب برات اور شیوراتری، رمضان و عید، نوروز وغیرہ ایک دوسرے سے بہت کچھ ملتے جلتے تہوار ہیں۔ بہت سے میلے اور تقریبات دونوں فرقوں میں مشترک ہیں اور ہولی وغیرہ جیسے تہواروں میں اکثر ہندو و مسلمان دونوں شرکت کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے موت کی بہت سی رسمیں بھی ہندوؤں سے مستعار لی ہیں مثلاً تیجا، دسواں وغیرہ۔ حمل اور ولادت کی بہت سی رسمیں بھی ایک ہی ہیں جیسے وہ رسم جو حمل کے ساتھ مہینے پر رسم جو جاتے پر منائی جاتی ہے۔ بچے کے پیدا ہونے کے چھٹے دن اس کا منڈن یا عقیقہ کرایا جاتا ہے۔ پھر چھٹی جاتی ہے، کان چھیدا جاتا ہے اور سالگرہ کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ستی اور جوہر جیسی خالص ہندوانہ رسموں کو بھی مسلمان وقتاً فوقتاً اختیار کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ جب عین الملک کو محمد بن تغلق کے مقابلہ میں شکست ہو گئی تو اس کی بیوی شوہر کے ساتھ ستی ہو گئی۔

ظفرنامہ میں اس جوہر کا تفصیل سے حال لکھا ہے، جو بھٹنیر کے گورنر کمال الدین نے اس وقت کیا تھا جب وہ تیمور کے خلاف نکلا تھا۔

لباس سماج کے اندرونی کردار کا مظہر ہوتا ہے اس سے سماج کے معیار اور نفسیاتی رجحانات کا پتہ چلتا ہے اور قلبی کیفیات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنی پوشاک کو ترک کر دیا جو وہ ایران اور وسطی ایشیا میں پہنا کرتے تھے اور اپنے لباس میں ایسی ترمیمیں کیں جو اس ملک کے حالات کے مطابق ہو سکتی تھیں۔ انہوں نے عرب کا عمامہ، جبہ، ردا، تہبند اور قمیص کا استعمال چھوڑ دیا اسی طرح وسطی ایشیا کی کلاہ، قبا، موزہ وغیرہ ترک کر دیا بلکہ ان چیزوں کے بجائے ہندوستان کی پگڑی، جامہ، کرتہ، انگرکھا، لہنگا، اوڑھنی، دوپٹہ، پائجامہ، پہننے لگے۔ چودھویں صدی میں ابن بطوطہ اور مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا حلیہ اور لباس اتنا ملتا جلتا ہے کہ ایک دوسرے سے فرق کرنا مشکل ہے۔

فرانسیسی سیاح موسیو تھیونوٹ کے حالات تحریر کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے کہ وہ تمام لوگ جو بڑے عہدوں پر فائز تھے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، ہندو طور طریق پر عمل کرتے تھے۔

ہندوستان و پاکستان سے جینی مندوب کی اپیل

لیک سکس ۲۰ فروری۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ آج صیانتی مجلس ہندوستان و پاکستان کے بیانات کی سماعت کے ساتھ مسئلہ کشمیر پر اپنی بحث جاری رکھے گی جو ۶ فروری کو شروع ہوئی تھی۔

جمعہ کے روز صیانتی مجلس کے آخری اجلاس میں کیوبا، ممالک متحدہ، برطانیہ اور ناروے کی ایک مشترکہ قرارداد پیش کی گئی تھی کہ کشمیر کمیشن کا کام اقوام متحدہ کا ایک نمائندہ اپنے ذمہ لے اور کشمیر سے فوجوں کو خالی کرنے کے پروگرام کی نگرانی کرے۔ جس کے لئے ہندوستان و پاکستان سے کہا گیا ہے کہ وہ پانچ مہینے کے اندر اس کام کو پورا کر دیں۔

اس قرارداد پر آئندہ ہفتے غالباً ۶ مارچ سے قبل مباحثہ ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے جمعہ کو ناروے، برطانیہ، ممالک متحدہ اور فرانس نے میکناٹن کی تجاویز کی حمایت میں تقریریں کی تھیں۔ صیانتی مجلس کے پیش نامہ میں میکناٹن کی تجاویز کی رپورٹ سرفہرست درج تھی جس میں ہندوستان و پاکستان دونوں ممالک سے اپیل کی گئی کہ وہ مسئلہ کشمیر

(باقی بر صفحہ ۶)

دولت مُشترکہ اور ہندوستان

از

ایچ - وی - ہاڈسن

ہندوستان اب جمہوریہ بن گیا ہے، اور اس نے اپنے قومی دستور سے تاج کو علیحدہ کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ کامن ویلتھ برادری کا پورا رکن ہے اور اسے برابری کا درجہ حاصل ہے۔ یہ اقدام اس نے اپنی خواہش اور برادری کے دوسرے ممبروں کی رضی کے مطابق کیا ہے اس جانب کے فیصلہ سے بہت سی نئی چیزیں پیدا ہو گئی ہیں جن میں سے شاید ایک یہ بھی ہے کہ دولت مشترکہ کی آئینی صورت میں ایک بنیادی تبدیلی ہوئی ہے۔ لیکن اس نتیجہ پر پہنچتے وقت یہ بات فرض کر لی گئی ہے۔ کہ دولت مشترکہ کی پہلے کوئی آئینی پوزیشن تھی جس میں تبدیلی ہو سکتی تھی لفظ آئینی کے اگر صحیح معنی لئے جائیں تو یہ چیز فرض کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کناڈا، آسٹریلیا اور دوسرے ممالک میں آزاد حکومتیں قائم ہو جانے کے بعد جب دولت مشترکہ عالم وجود میں آئی تو اس کی آئینی پوزیشن بھی اور اس کے آئین کا مرکز برطانوی تاج تھا دولت مشترکہ کی کوئی مشترکہ حکومت نہ تھی۔ صرف ایک چیز یہ تھی کہ پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے سامنے چند معاملات کے متعلق اپیلیں پیش ہوتی تھیں۔ اگرچہ کہ ہر رکن خود مختار تھا۔ اور اسے برابری کا درجہ حاصل تھا۔ لیکن ان کے قوانین، تاج کی طرف سے پاس ہوتے تھے۔ اور جاری ہوتے تھے، اور ہر ڈومینین میں گورنر جنرل مشترکہ تاج کی نمائندگی کرتا تھا۔

وحدت کی علامت

لیکن دولت مشترکہ کی یہ آئینی وحدت کوئی حقیقی چیز نہ تھی۔ لیکن وحدت کے لئے ایک ایسے کو فرض کر لیا گیا تھا۔ تاج کو کسی قسم کے اختیارات حاصل نہ تھے تاجیکہ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ پریوی کونسل میں اپیل کرنے کی ممانعت کر دیں اور بعض نے ایسا کیا بھی۔ وہ اپنے قوانین خود بنا سکتی تھیں۔ اپنے خود مختاروں کو خود نامزد کرتی تھیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد دولت مشترکہ نے جو شکل اختیار کی اس میں تاج کو صرف یادگاری جگہ حاصل تھی۔ اور نہ کوئی آئینی پوزیشن۔ دولت مشترکہ کے ہر ممبر کا آزادانہ اقوام کا ایک آزاد ادارہ تھا۔

اس لئے جب نئی ہند جمہوریہ نے بادشاہ کو آزاد اور ممبر ادارہ دولت کی علامت تسلیم کیا، اور اس طرح اسے دولت مشترکہ کا سربراہ مانا، تو دولت مشترکہ کے تعلقات کی بابت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان نے اپنی رضی سے دولت مشترکہ کی جو رکنیت تسلیم کی ہے اس سے اُسے کیا فائدہ پہنچے گا۔ اس رکنیت کا مطلب کیا ہے؟ ہندوستان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کامن ویلتھ برادری سے علیحدہ ہو جائے۔ اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی عاید نہیں کی گئی ہے۔ لیکن اس برادری کی رکنیت سے اُسے بہت فائدہ پہنچے گا۔ اور اسی صرف اخلاقی قسم کی ذمہ داریاں نبھانی پڑیں گی۔

ہندوستان کو جو فوائد حاصل ہوں گے وہ ایسے تعلقات سے پیدا ہوتے ہیں جن کی شکل بین الاقوامی ہے اور نہ کہ غیر ملکی۔ ہندوستان غیر ممالک کے مقابلہ میں دولت مشترکہ سے نہایت گہرے تعلقات رکھ سکتا ہے، مثال کے طور پر تجارتی محصول وغیرہ کے معاملہ میں آپس میں رعایت برتی جا سکتی ہے اس برادری کے ممالک آپس میں معلومات اور اطلاعات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ ان کے وزراء، سیول ملازمین، ماہرین فن اور فوجوں کے افسر ایک جگہ جمع ہو کر آپس میں بات چیت کر سکتے ہیں۔ اور مشترکہ مسائل کے متعلق ایک دوسرے کی اطلاعات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ فوجی معاملات میں اشتراک عمل ہندوستان کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہے۔ ہندوستان کو اس وقت اتنا تجربہ نہیں اور اس کے پاس اتنے ذرائع نہیں کہ وہ اپنی فوجی طاقت کو اپنی ذمہ داریوں کے مطابق بنا سکے۔ برطانوی افسروں اور ماہرین کی امداد اور جنگی ہتھیاروں، ہوائی جہازوں وغیرہ کی سپلائی ہندوستان کی قومی طاقت کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان کو یہ امداد بغیر کسی سیاسی پابندی کے دی جاتی ہے جس سے ہندوستان کی آزاد خارجہ پالیسی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں پڑتی، اس کا یہ حق کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہوتا۔ کہ وہ ایک ایسی جنگ میں جس میں برطانیہ یا دولت مشترکہ کے دوسرے ممالک شامل ہوں حصہ نہ لے۔ لیکن دولت مشترکہ کی رکنیت سے ہندوستان کو جو فوائد پہنچتے ہیں وہ اس چیز کی طرف ضرور اشارہ کرتے ہیں کہ ہندوستان پر باہمی امداد اور ہمدردی کے متعلق اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

اس اخلاقی ذمہ داری کی بنیاد اس چیز پر رکھی گئی ہے کہ کامن ویلتھ برادری کے ممالک میں اپنی چیزیں مشترک ہیں کہ اگر کوئی عالمی جنگ ہوئی تو وہ سب ایک طرف ہوں گے کم از کم ایک دوسرے کے خلاف نہیں لڑیں گے۔ ہندوستان نے دولت مشترکہ میں رہنے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اس مرتبہ کو چپ چاپ تسلیم کرتا ہے۔

یہ چیز ہندوستان کامن ویلتھ اور دنیا کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ پنڈت نہرو اور ان کے ساتھی اس بات کا پکا ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ وہ کسی گروہ میں شامل نہیں ہوں گے۔ اور اپنے غیر جانبداری کے حق کو محفوظ رکھیں گے۔ کمیونسٹ پروپگنڈہ اور کمیونسٹ سامراج کے دباؤ نے غالباً انہیں مجبور کر دیا ہے کہ وہ اس چیز کو تسلیم کریں کہ ہندوستان کا مستقبل جمہوریتوں کے ساتھ ہے اور وہ ان کو اپنا دوست اور ساتھی سمجھیں گے۔ تاہم ہندوستان اس وقت اس چیز سے بہت دور ہے کہ وہ کسی قسم کے فوجی معاہدہ کرے اٹلانٹک معاہدہ کی طرح اس طرف کسی معاہدے کی امید نہیں کی جا سکتی لیکن خوش قسمتی سے مشکلات پیدا کئے بغیر کامن ویلتھ اس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ کامن ویلتھ ہندوستان اور مغربی اقوام کے درمیان ایک پل کا کام کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ کامن ویلتھ ہندوستان کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ کامن ویلتھ اور جمہوریتوں کے لئے بھی ہندوستان کا کامن ویلتھ میں شامل رہنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آج کی خطرناک دنیا میں ہندوستان کی دولت مشترکہ کی آزاد شمولیت اس کے اور اس کے دوستوں کے لئے بہت حوصلہ افزا ہے۔

ہندوستان، پاکستان سے چینی مندوب کی اپیل

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

دیگر سیاسی مسائل کی طرح بہت زیادہ اہمیت دے کر غیر حل شدہ رکھ کے مقررین میں (یگوسلاویہ) اور مصر کی توجہ دلائی گئی تھی۔ ہندوستان اور پاکستان اپنی تنقیدات آئندہ اجلاس تک محفوظ رکھیں گے جبکہ مشترکہ قرارداد پر بحث شروع ہوگی۔ اس اثنا میں اقوام متحدہ کے نمائندہ کے خیالات کے متعلق تصریحات معلوم کرنے کے لئے خاص کر متعلقہ مندوبین اور قرارداد پیش کرنے والی دول کے درمیان مزید بات چیت ہو سکی گئی ہے۔ یہ بات کہ نمائندہ کو کن کے اختیارات سپرد کئے جائیں گے۔ سبھوں نے مان لیا کہ اس کے علاوہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے کسی تجاویز پیش کرنے کے لئے اس کی میعاد مقررہ کا سوال بھی درپیش ہے۔ بہت سے مبصرین کی یہ رائے ہے کہ قرارداد کا مسودہ اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ اس میں تحریک کشمیر کی حد اور بیکہ فوجی فوج کے خصوص سے متعلق میکناٹن کے اصول لئے جا رہے ہیں اور اسی کے ساتھ جن اقوام نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ روس کے مطالبہ کی صورت میں سیاسی مجلس کو وقتاً فوقتاً جائزہ لینے کا حق بھی دیا گیا ہے۔ مندوبین نے تنبیہ کی ہے کہ روس کے مطالبہ پر جو بھی فیصلہ کیا جائے گا وہ غیر قانونی متصور ہوگا۔ اور اس فیصلہ کا پابند نہ ہوگا۔ چین سیاسی مجلس کو یاد دلاتا ہے کہ اس کے لئے کوئی فیصلہ کرنا کہ کب سے بعض مندوبین ہیں متحدہ شامل ہے یہ چاہتے ہیں کہ کوئی بات ایسی ہو کہ جس میں مفاد کو اور حالت ہی جانتے ہیں اگر ہندوستان یا پاکستان یا جو کشمیر میں ہندوستان ساتھی ہوجاتا ہے۔

روس میں اسلامی جمہوریتیں

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

مسلمانوں کے دین اور طریقہ عبادت میں کوئی تعرض نہیں کریں گے اپنے داخلی معاملات میں آزاد ہوں گے افواج پر خرچ بھیجنے کا قانون بھی ان پر عاید نہ ہوگا ان کی پامردی و استقلال کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلامی تعلقات کی جماعتیں بھی اگرچہ روس کے عام سوویٹ نظام کے ماتحت داخل ہیں۔ لیکن ان کے داخلی امور کا فیصلہ کرنے کے لئے ان کے مستقل جمہوری ادارے ہیں۔

قفقاز کے شمال میں جو کسی، داغستانی، بسشن اور اسٹین کے قبائل مکرمتوں کا ایک مستقل نظام جمہوری ہے۔ ان کی اپنی ایک الگ یونیورسٹی ہے جس میں تمام علوم و فنون جدید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یونیورسٹی کے علاوہ ان کے خود اپنے اخبارات ہیں جو روسی زبان میں شائع ہوتے ہیں ان کی اپنی مجلسیں اور سوسائٹیاں ہیں کتب خانہ اور دینی مدارس و مکاتب ہیں اکثر باشندوں کی گزر بسر کا ذریعہ زراعت ہے اور طرح طرح کی صنعتیں اور جڑ دل کی فراوانی کے باعث یہاں نہایت خوش حالی پائی جاتی ہے پھر یہاں برف پوش پہاڑ اور سرسبز وادیوں، دریاؤں اور آبشاروں کی وجہ سے قدرتی مناظر کی بھی کمی نہیں ہے۔ ان شہر ان کے لئے بہترین صحت گاہیں ہیں۔ موسم گرما گزارنے کے لئے بڑے بڑے دلفریب مرکزی مقامات بھی ہیں۔

دوسری قسم ان قبائل کی جو روس کی حکومت میں ہیں ترکستانی قوم ہے یہ لوگ ترکستانی الاصل ہیں۔ وہی افغانی وہ مقامات ذیل پر آباد ہیں۔

۱۔ قفقاز کی جنوب مشرق میں۔

۲۔ بحر اسود کے ساحل پر جزیرہ نما کریمیا میں۔

۳۔ دریائے والگا اور دریائے قازان کے وسط میں۔

۴۔ ایشیائی ترکستان قزلی میں۔

ان چاروں مقامات کے مسلمانوں کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(۱) وہ لوگ جو قفقاز کے جنوب مشرق میں آباد ہیں۔ انہیں آذربائیجان کہا جاتا ہے اور یہ تعداد کے اعتبار سے چند لاکھ ہیں ان کا سب سے بڑا شہر بحر خزر کے ساحل پر واقع ہے اور شہر پیٹرول کے کنوؤں کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں کے عام لوگ تجارت پیشہ اور متمول ہیں لیکن ایک مدت تک تباہی اور مجبوری کی زندگی بسر کرنے کے بعد ۱۹۱۷ء میں جب انقلاب روس ہوا تو ان کی ہمت خفتہ میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے سیاسی اجتماعی جد و جہد شروع کر دی اور انہوں نے اپنی جماعتیں بنائیں اور ان میں بڑے بڑے رہنما اور سیاسی لیڈر پیدا ہوئے اور قلیل التعداد ہونے کے باوجود ترکستانی زندگی میں انہوں نے اپنے لئے ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

۲۔ دوسرے وہ مسلمان جو بحر اسود کے ساحل پر جزیرہ نمائے کریمیا میں واقع ہیں اور جن کی تعداد تقریباً دس لاکھ تک پہنچ چکی ہے ان کا سب سے بڑا شہر باغچہ سرائے ہے یہ ایک تاریخی اور پرانا شہر ہے اس کی صنعتی، علمی اور ادبی شہرت اب بھی مسلم ہے۔ یہاں مسلمانوں کے مکاتب ہیں۔ دارالعلوم ہیں۔ دارالصنائع ہیں اور چھاپہ خانے ہیں جہاں سے کتابیں اور اخبارات تاتاری اور روسی دونوں زبانوں میں چھپ چھپ کر عالم عرب میں شائع ہوتے ہیں جمہوریہ میں اسماعیل بک غفیر نسکی (۱) اسلامی لیڈر کی حیثیت سے بہت مشہور ہے یہ دونوں مذکورہ بالا زبانوں میں اخبار ترجمان نکالتے ہیں۔ پچھلے دنوں انہوں نے تمام مسلمان جماعتوں کے نمائندوں کی ایک مجلس بھی اس غرض سے منعقد کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح و بہبود کے مسائل اور ان میں باہمی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے ذرائع پر غور کریں۔

دریائے والگا کے وسط میں تاتاران بزرگ۔

اوفا اور سمارا میں جو مسلمان آباد ہیں ان کے علاوہ اور دوسرے شہروں اور دیہاتوں میں جو مسلمان بستے ہیں وہ سب ملا کر باشندگان ملک کی تعداد کے ایک تہائی و پانچ لاکھ ہیں یہ لوگ خوش طبع اور حسین ہیں ان کی شکل تاتاری قبائل سے ملتی ہے جنہوں نے چند صدیوں تک روس پر حکومت کی تھی سو برس کے قریب ہوئے کہ روس نے ان پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنی قومیت دین اور قومی عادات و خصائل پر اب تک قائم ہیں۔ شہر قازان روس میں اسلامی چہل پہل کا مرکز معلوم ہوتا ہے یہاں مدرسے، مکاتب، مساجد، چھاپہ خانے، اخبارات اور دار التجارت سب کچھ ہیں۔

یہاں کے مسلمانوں نے یہاں ایک جمعیت اسلامی قائم کی ہے، اور ایک عالیشان مدرسہ بنایا ہے اور یہ اپنے طلبہ کو تحصیل علم کے لئے جامعہ ازہر مصر کو بھیجتے ہیں پچھلے دنوں انہوں نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی ہے جس کی رسم افتتاح میں یمن، مصر اور حجاز کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔

مزدور پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی

لندن ۲۵ فروری برطانیہ کے عام انتخابات کے نتائج نہ صرف قدامت پسند اور مزدور پارٹیوں دونوں کے لئے مایوس کن رہے ہیں بلکہ ان سے ایک پیچیدہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔

برطانی اخبارات اس موضوع پر ابھی تک لکھ رہے ہیں آج کے تمام اخبارات نے متفقہ طور پر اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ کشمکش و رنج کی موجودہ حالت زیادہ دن نہیں رہنے والی ہے۔ بعض اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ موسم گرما کے اور خزاں یا بہت جلد کے زمانہ میں دوبارہ انتخابات ہوں گے۔

اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ مسٹر اٹیلی کو کم از کم کچھ مدت تک حکومت سنبھالے رکھنا چاہئے تاکہ ملک انتخابات کی تشویش سے نجات حاصل کرے اور اس دوران میں حکومت کی بجٹ اور اس قسم کے دوسرے ضروری کام کر لینا چاہئے۔ لیکن اس پروگرام کی تکمیل کا دار و مدار لیبر پارٹی کے جوشیلے سوشلسٹ ارکان پر ہے جن کی قائد مسٹر اینورین بیوان ہیں ان کے متعلق ڈیلی اکسپریس نے ایک اطلاع چھاپی ہے کہ وہ ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ پارٹی کی انتخابی نشریات میں حصہ لینے کا انہیں کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ اطلاع یہ ہے کہ مسٹر بیوان چاہتے ہیں کہ حکومت مستعفی ہو جائے کیونکہ وہ کسی قسم کی مفاہمت کے لئے خواہ وہ عارضی ہی کیوں نہ ہو تیار ہیں۔

یہ شخص لیبر پارٹی والوں سے متعلق پوچھ رہا ہے کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ لیبر حلقوں کے باہر ایک شدید احساس یہ پیدا ہو گیا ہے آئندہ انتخابات میں وہ وسیع پیمانے پر حصہ نہیں لیں گے۔ اور صرف انہیں حلقوں میں انتخابات لڑیں گے۔ جہاں ان کو نمایاں اکثریت کی امید ہے۔

لیبر پارٹی کا اخبار مانچسٹر گارجین بھی یہی رائے رکھتا ہے کہ لیبر امیدواروں کو اب "ایک محدود محاذ" پر انتخابات لڑنا چاہئے۔

نیوز کرانیکل میں لارڈ سٹن نے لکھا ہے کہ اول تو ملی جلی حکومت بنانے کی کوشش کی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو کچھ مدت کے لئے ایک متفقہ پارلیمانی پروگرام بنایا جائے کیونکہ ملک معاشی حیثیت سے ابھی تک بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ موجودہ انتخابی جمود کو توڑنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ رائے شماری کے طریقے میں کچھ اس قسم کی تبدیلی کی جائے کہ پارلیمنٹ میں بڑے امیدواروں کی نمائندگی ان کی ووٹنگ کے لحاظ سے ہو جائے اس سے خیال پیدا ہو رہا ہے کہ آئندہ انتخابات کی صورت میں مزدور اور قدامت پسند دونوں لبرل امیدواروں کو اپنے ساتھ کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ان کو نمایاں اکثریت حاصل ہو جائے بہر حال انتخابات کے نتائج نے بڑی ہی پیچیدہ حالت پیدا کر دی ہے۔ آج اٹیلی نے سینیر وزراء کا ایک مشورتی اجلاس طلب کیا تھا اور توقع کی جاتی ہے کہ وہ آج شب شاہ برطانیہ کے سامنے اپنی کابینہ ارکان کی فہرست پیش کر دیں گے۔ جمعہ کے روز ہی کابینہ کا ایک اجلاس ہوا تھا جن میں وزیر صحت مسٹر بیوان نے حصہ نہیں لیا اس سے داہنے بازو والے اخباروں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ مزدور پارٹی کی پالیسی سے اختلاف رکھتے ہیں۔

حکومت ہند کے ناظم کپاس کی حیدرآباد میں آمد

مل مالکوں اور کپاس کے تاجروں سے خطاب

حکومت ہند کے ناظم کپاس مسٹر ٹی ۔ بی ۔ دلال نے جو ایک مختصر سے دورے پر حیدرآباد آئے ہوئے ہیں ۲۰ فروری سنہ ۱۹۵۰ء کو معتمدی رسد میں ریاست کے مل مالکوں اور کپاس کے تاجروں سے ایک جلسے میں ملاقات کی۔ مسٹر سی ۔ ایل سکینا معتمد رسد اور مسٹر اقبال حسین کمشنر رسد بھی موجود تھے۔

مسٹر دلال نے اس اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے ہندوستان میں کپاس کی موجودہ رسد کی صورت حال کی وضاحت کی اور کہا کہ آج کی صورت حال دو سال پہلے کی بہ نسبت بہت بہتر ہے لیکن یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ کپاس پر کنٹرول کی وجہ سے کپاس کی کمی واقع ہوگئی ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ ملک کی تقسیم کے بعد ملکی کپاس کی رسد، کپڑا بننے کی صنعت کی ضرورتوں کے لحاظ سے بہت گھٹ گئی۔ اس کے علاوہ سنہ ۱۹۴۹ء کے کپاس کے سال دوران میں بڑے بڑے علاقوں میں بارش کی کمی کی وجہ سے ملک میں کپاس کی پیداوار معمول سے کم رہی اس لئے یہ ضروری ہوگیا کہ سابقہ بچت پر کچھ زیادہ بار ڈالا جائے۔ البتہ سنہ ۱۹۴۹-۵۰ء کے کپاس کے سال کے ختم پر ہندوستانی کپاس کی تقریباً ۹ لاکھ گانٹھیں، پاکستانی کپاس کی تقریباً (۱۶۵۰۰۰) گانٹھیں اور بیرونی ممالک کی کپاس کی (۱۵۰۰۰۰) گانٹھیں باقی رہی تھیں۔ اس کے علاوہ کپاس کے تاجروں کے پاس بھی تقریباً (۳) لاکھ گانٹھیں موجود تھیں۔

خوش قسمتی سے سنہ ۱۹۴۹-۵۰ء کے کپاس کے سال کے دوران میں کپاس اگانے والے علاقوں میں بارش یکساں اور کافی ہوئی اور موسمی حالات بھی موافق رہے اگرچہ سی۔ پی اور برار اور حیدرآباد میں بعد میں جو بارش ہوئی اس کی وجہ سے کپاس کی فصل کو ایک حد تک نقصان پہنچا۔ یونین کی بعض ریاستوں میں صورت حال کا تفصیلی جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ فصل ابتدائی اندازہ سے بہت بہتر ہے۔ اس کے علاوہ حکومت نے کپاس کی (۹۴) پونڈ والی دس لاکھ گانٹھیں درآمد کرنے کا پروگرام بنایا۔

مسٹر دلال نے توقع ظاہر کی کہ آئندہ ایک یا دو مہینوں میں کپاس کی رسد کی صورت حال موجودہ صورت حال سے قطعی طور پر بہتر ہوجائے گی۔

مسٹر دلال نے اس بات پر خوشی ظاہر کی کہ کپاس کی خریدی میں تاجروں نے گرنیوں کے ساتھ عام طور پر کوئی مقابلہ نہیں کیا اور حیدرآباد کی گرنیوں میں کپاس کی کافی رسد موجود ہے۔ لیکن انھوں نے یقین دلایا کہ اگر گرنیوں کو مزید کوٹہ کی ضرورت ہو تو وہ اس پر ہمدردی کے ساتھ غور کریں گے۔ لیکن انھوں نے یہ بھی کہا کہ سردست حیدرآباد کی گرنیوں یا ہندوستان کی دوسری گرنیوں کے لئے آخری کوٹہ دینے کی کوئی فوری ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے جو کوٹہ مقرر کیا گیا تھا اس میں ان گرنیوں نے کپاس کی کافی مقدار حاصل کرلی ہے جیسے جیسے ضرورت پائی جائے گی اور جن صورتوں میں فوری ضرورت واقع ہو اضافہ درمیانی کوٹہ منظور کیا جائے گا۔

ایک سوال کے جواب میں کہ بمبئی کی طرح دوسرے علاقوں میں بھی ذخیروں کو منجمد کیا جائے گا مسٹر دلال نے کہا کہ یہ عمل صرف اس صورت میں کیا جائے گا جبکہ اس کی ضرورت واقع ہوجائے۔

آخر میں موصوف نے حیدرآباد کے مل مالکوں اور کپاس کے تاجروں کو مبارک باد دی کہ انھوں نے کپاس کے موسم کے دوران میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا جذبہ ظاہر کیا اور سب نے حکومت حیدرآباد کے عہدہ داران محکمہ رسد کے ساتھ تعاون کیا۔

دی کوآپریٹو پریس لمیٹڈ
میں چھپکر
دفتر مملکت ۔ سانچہ توپ
حیدرآباد دکن سے
شائع ہوا۔
(۳۷۷)